اختر راہی

مسیحی اہلِ قلم کے اردو تراجم و تفاسیرِ قرآن

اردو زبان میں قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر کا وسیع ذخیرہ ہے جس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے سب ہی فقہی و کلامی مکاتبِ فکر نے اپنی اپنی استعداد کار اور دلچسپیوں کے تحت اس ذخیرے کی ثروت میں اضافہ کیا ہے، تاہم کم ہی تراجم و تفاسیرِ قرآن ایسی ہیں جو امتدادِ زمانہ کے باوجود مسلسل شائع ہو رہی ہیں اور ان کے قارئین میں کمی نہیں آئی۔ بہت سے تراجم اور تفاسیر صرف ایک دو بار شائع ہوئیں اور قصۂ ماضی بن گئیں۔ آج ان کا حصول جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اور کسی ایک آدھ کتب خانے میں بھی یہ نایاب تراجم و تفاسیر یک جا نہیں۔ اس طرز کے تراجم و تفاسیر قرآن میں مسیحی اہلِ قلم کی کاوشوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

مسیحی اہلِ قلم کو قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ کیا یہ اسلام سے ان کی محبت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے ترجمہ و تفسیرِ قرآن کے لیے اپنا وقت صرف کیا؟ یا محض اشتیاق علم تھا اور غیر جانب دارانہ طور پر اسلامی تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کی خواہش رکھتے تھے؟ یا یہ سب کچھ ان کی تبشیری سرگرمیوں کا حصہ تھا؟ ان سوالات کا جواب مسیحی اہلِ قلم کے تراجم و تفاسیر کے تفصیلی تجزیے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے اور اب تک ہمارے سامنے کوئی ایسا خصوصی مطالعہ نہیں آیا جس میں ایک ایک کر کے ہر مسیحی مترجم و مفسّر کے کام کا جائزہ لیا گیا ہو۔ قرآن مجید کے اردو تراجم کے عمومی جائزے میں البتہ بطور تکملہ مسیحی مترجمین کا ذکر کیا گیا ہے اور بحیثیت مجموعی رائے دی گئی ہے۔ ڈاکٹر انصار اللہ نے ایک مضمون ــــ "ابتدائی دور کے ہندوستانی مسلمان اور قرانِ پاک کے تراجم" ــــ کے آخر میں لکھا ہے۔[1]

> قرآن کریم کے مطالعہ، ترجمہ اور تفسیر کا کام صرف مسلمانوں نے ہی نہیں کیا ہے۔ اس نیک کام میں غیر مسلموں نے بھی حصہ لیا ہے۔ جن عیسائی پادریوں اور عالموں نے ترجمہ مکمل کیا، ان میں ریورنڈ احمد شاہ پادری، علی بخش پادری وغیرہ کے نام قابلِ توجہ ہیں۔ عیسائی پادریوں کا شائع کردہ پہلا قرآن کریم مع ترجمہ و تفسیر غالباً وہ ہے جو مطبع پیغام، دہلی سے ۱۸۸۴ء میں چھپا تھا۔ جو پادری اس کام کو مکمل نہیں کر سکے یا جنہوں

نے محض کسی جزو کا ترجمہ کیا، ان میں سے علی بخش پادری اور سلطان محمد خان پادری کا نام آتا ہے۔

ڈاکٹر انصار اللہ کے مذکورہ مقالے پر جناب نورالحسن راشد نے محاکمہ لکھتے ہوئے ان کی متعدد اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ مسیحی مترجمین و مفسّرین کے حوالے سے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، من و عن نقل کیا جاتا ہے۔[۲]

> انصار اللہ صاحب کے مضمون میں عیسائیوں کے شائع کیے ہوئے تراجم کے تحت ایک ترجمہ کا مطبع پیغام دہلی کی اشاعت ۱۸۸۴ء کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اطلاع بھی شایانِ قبول نہیں ہے۔[۳] یہ ترجمہ الہ آباد سے چھپا تھا۔[۴] اس ترجمہ کے متعلق قدیم ترین دریافت و اطلاع گارساں دتاسی کی ہے، وہ اپنے پہلے خطبے میں کہتا ہے۔
>
> اس قسم کی مطبوعات میں سب سے دلچسپ قرآن کا ایک ایڈیشن ہے جسے ایک پرسبی ٹیرین امریکن نے ۱۸۴۴ء میں الہ آباد میں طبع کرایا، اس کے شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں مسلمانوں کی غلطیوں اور عیسائی مذہب کے خلاف ان کے اعتراضوں کی تردید کی گئی ہے۔——[۵]

یہ صحیح ہے کہ ہندوستان میں پادریوں نے قرآن کریم کے متعدّد ترجمے کیے ہیں، شاہ عبدالقادر کی موضح قرآن کو رومن میں چھاپا ہے۔ ان ترجموں اور اشاعتوں کا تاریخی معلومات کی تکمیل کے لیے تذکرہ کرنا ضروری ہے مگر ان کی اس کارگزاری کو نیک کام کہنا کسی طرح بھی موزوں نہیں۔ عیسائیوں نے قرآنِ کریم کے حوالے سے جو قلمی تحریری کام کیا ہے، اس کا مقصد قرآن پاک کے صحیح مترجمین و مفسّرین کے مقاصد سے بہت مختلف تھا اور خاصی حد تک نازیبا اور پست مقصد تھا۔ پادریوں کی ان کاوشوں کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ قرآنِ کریم کے منزل من اللہ، کتابِ ہدایت اور خدا کے آخری پیغام ہونے کی بہر صورت (معاذ اللہ!) تردید کی جائے، اس کی صداقت و تعلیمات پر یقین و عقیدہ کو مسلسل کمزور کیا جائے اور اس کوشش کے نتیجے میں مسیحیت کی تبلیغ و اشاعت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی جدوجہد عام ہو سکے۔ یہ حقیقت ہے کہ مشنریوں کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا اور ان کے چھاپے ہوئے ترجموں اور تفاسیر قرآن کو مسلمانوں میں کبھی بھی پذیرائی اور قبولِ عام حاصل نہیں ہوا، تاہم اس میں شک نہیں کہ قرآنِ پاک کے ان تراجم و تفاسیر کی تالیف و طباعت میں جو ہندوستان میں مشنریز اور پادریوں کے ذریعہ شائع ہوئے، مسلمانوں کی بھلائی اور خدمتِ قرآن کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ اس لیے ان تراجم و تفاسیر کو نیک کام یا خدمتِ قرآن کریم لکھنا، قرآن

پاک کے صحیح تراجم اور تفاسیر کی گویا توہین اور حق تلفی ہے، جس کو کسی صورت گوارا نہیں کیا جاسکتا۔

اگر میرے محترم ڈاکٹر انصار اللہ صاحب، پادری سلطان محمد پال یا پادری جے علی بخش کے تراجمِ قرآن خصوصاً مؤخرالذکر کی صرف تمہید ملاحظہ فرما لیتے تو شاید ان کا تذکرہ بھی مناسب خیال نہ کرتے، ان کو نیک خدمات قرار دینا تو بہت دور ہے۔

مسیحی اہلِ قلم کے تراجم و تفاسیرِ قرآن کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ پادری عمادالدین لاہز (م اگست ۱۹۹۰ء) اور پادری ریورنڈ احمد شاہ نے پورے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ پادری عمادالدین کا "ترجمۃ القرآن بزبان اردو" نیشنل پریس امرتسر سے ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا اور پادری احمد شاہ کا ترجمہ "القرآن" ۱۹۱۵ء میں زمانہ پریس کانپور سے طبع ہوا۔

متذکرہ صدر پادریوں کے بعد پادری سلطان محمد پال نے مسیحی جریدہ "المائدہ" (لاہور) میں تفسیرِ قرآن کا سلسلہ "سلطان التفاسیر" کے نام سے شروع کیا، بعد میں یہ سلسلۂ تفسیر ایک دوسرے مسیحی ہفت روزہ "النجات" (لاہور) میں جاری رہا، تاہم پادری سلطان محمد پال صرف پہلے پارے کی تفسیر لکھ سکے۔[6] (تالیف مابین ۱۹۳۲ء-۱۹۳۴ء)

جب پادری سلطان محمد پال تفسیر لکھ رہے تھے، ان کے ساتھ ساتھ پادری جے۔علی بخش ترتیب نزولی کے مطابق قرآن کی تفسیر شروع کر چکے تھے، ان کی تفسیر کا ایک حصہ جو صرف مکی سورتوں پر مشتمل ہے۔۱۹۳۵ء میں متنِ قرآن کے ساتھ شائع ہوا۔[7]

مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء)[8] "اسلام کے بڑے مجاہد سپاہی تھے، زبان اور قلم سے اسلام پر جس نے بھی حملہ کیا، اس کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے [پہلے] آگے بڑھتا وہ وہی تھے۔" چنانچہ انہوں نے پادری سلطان محمد پال کی "سلطان التفاسیر" کا محاکمہ ہفت روزہ اہل حدیث (امرتسر) میں "برہان التفاسیر" کے نام سے شروع کیا [۶ مئی ۱۹۳۲ء] جو تین برس تک چلتا رہا۔

پادری جے۔علی بخش کی تفسیر پر بھی مولانا امرتسری نے قلم اٹھایا۔ ان کے تبصرے کا اقتباس دیکھیے۔[9]

> عیسائیوں کی طرف سے قرآن شریف کے متعلق جتنی تصانیف ہندوستان میں پادری فنڈر کے زمانہ سے کچھ عرصہ پہلے تک شائع ہوئیں، سب صورتاً و معناً مخالف تھیں۔ چند روز سے عیسائی پادریوں (جو اسلام چھوڑ کر ادھر گئے ہیں۔) کی طرف سے جو تصنیف نکلتی ہے، وہ صورتاً موافق و معناً مخالفت ہوتی ہے۔ پہلی روش کی مثال میں بصورت آخری حملہ کے ہم وہ کتاب پیش کرتے ہیں جس کا نام ہے "عدم ضرورتِ قرآن" اس

کے مصنف پادری ٹھاکر داس تھے۔ اس کا جواب ہم نے کتاب "تقابل ثلاثہ (تورات، انجیل اور قرآن کا مقابلہ)" کی صورت میں دیا۔ اس کتاب میں قرآن کی کھلی مخالفت اور واضح تردید تھی۔ اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا جو صورتاً مخالف نہیں مگر معناً سخت مضر ہے۔ اس کی مثال پادری سلطان محمد خان کی تصانیف "ہمارا قرآن" وغیرہ ہیں۔ جن میں اپنا بن کر دکھایا گیا ہے کہ قرآن شریف کے سارے مضامین کتبِ سابقہ سے ماخوذ ہیں، اس لیے اس کی ضرورت نہیں ——

آج جس کتاب کا نام زیبِ عنوان ہے، یہ بھی قسم دوم سے ہے جو پادری جے علی بخش صاحب نے لکھی ہے۔ اس میں قرآن شریف کی سورتوں کی تقسیم مکّی اور مدنی میں کر کے ساری مکّی سورتوں کو ایک جلد میں جمع کر کے یک جا کیا گیا ہے۔ دوسرے حصہ میں شاید مدنی ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک سورۃ کو لے کر کتبِ سابقہ کے حوالوں سے موافق بتایا ہے۔ اس سے بھی یہی غرض ہے کہ قرآن شریف ان کتب سے ماخوذ ہے۔ مگر جو مسئلہ قرآن اور انجیل (بلکہ بقول مسیحیاں ساری بائبل) میں اختلافی ہے، جہاں اس کا ذکر آیا ہے، وہاں سے پادری صاحب بڑی عقل مندی سے خاموش نکل گئے ہیں۔ ہم پادری صاحب کی اس عقل مندی کی داد دیتے ہیں۔ مثلاً سورہ مریم میں حضرت مسیح کی پیدائش اور تعلیم کا مختصر مگر دوسری جگہ اس کی نسبت مفصّل ذکر آیا ہے۔ —— پارہ ۱۶- رکوع ۵

—— ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرنا محض اس غرض سے ہے کہ مسیح کی الوہیت کا ابطال ہو اور مسیحیوں کے عقیدہ متضمن بہ الوہیتِ مسیح کی اصلاح ہو۔ پادری جے۔ علی بخش صاحب اپنی تفسیر میں ان آیات کے پاس بعزت و احترام گزر گئے ہیں۔ نہ مسیحی عقیدے کی تائید کی اور نہ قرآنی فرمان کی تصدیق۔

رموزِ عاشقاں عاشق بداند

اسی طرح اور بھی کئی جگہ ایسا ہی کیا ہے۔ پادری صاحب کی نیّت تو عیاں ہے کہ قرآن شریف کو کتبِ سابقہ سے ماخوذ ثابت کر کے ان کا رہینِ منّت بتایا جائے، تاہم ہم اس کو بھی قرآنی خدمت جانتے ہیں اور پادری صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کی دوسری جلد بھی شائع کریں ——"

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے پادری جے۔ علی بخش کے کام کو "قرآنی خدمت" سے تعبیر کیا ہے اور ان سے درخواست کی ہے کہ وہ مدنی سورتوں کی تفسیر بھی شائع کر دیں، جو کبھی شائع نہیں ہو سکی۔ اس کا سبب تفسیر میں پادری صاحب کا اختیار کردہ مناسب لہجہ اور متین اندازِ بیان ہے۔ پادری صاحب

نے قرآن مجید کے بارے میں دوسرے مسیحی اہلِ قلم سے مختلف انداز فکر اختیار کیا ہے۔ گو وہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا اقرار تو نہیں کرتے تاہم وہ اسے حضرت نبی اکرم ﷺ کی تصنیف بھی نہیں سمجھتے بلکہ قرآن کو اس انداز کا مکاشفہ خیال کرتے ہیں جیسا انبیائے بنی اسرئیل کو حاصل ہوتا رہا ہے۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (م ۱۹۷۹ء) نے اپنے تبصرے میں لکھا تھا کہ [۱۰]

> اگر عیسائی علماء اسی طرح کھلے دل کے ساتھ نیک نیتی سے قرآن کا مطالعہ کریں تو شاید اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی امر مانع نہ ہوگا کہ قرآن مجید تمام پچھلی کتبِ آسمانی کا مصدّق اور مہیمن ہے اور اسی پیغام کو باطل کی تمام آمیزشوں سے پاک کرکے پیش کر رہا ہے جسے اللہ کے نبی ہر زمانے میں پیش کرتے رہے ہیں۔

پادری عمادالدین سے لے کر پادری سلطان محمد پال تک نے جو تراجم و تفاسیرِ قرآن لکھی ہیں، حقیقتاً یہ مسلمانوں کے لیے نہیں لکھی گئیں بلکہ مسیحی مناّدوں اور مبشّروں کو ان کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان بہتر طور پر کام کرنے کے قابل بنانا تھا۔ اگر مسیحی مناد مسلمانوں کے تراجم و تفاسیر کا مطالعہ کرتے تو یقیناً یہ تبشیری مقصد حاصل نہ ہو پاتا۔ البتہ پادری جے۔ علی بخش نے نسبتاً بہتر روّیہ اختیار کیا اور بعض مناظرانہ موضوعات پر خاموشی اختیار کی۔ اس سے احساس ہوتا ہے کہ شاید ان کی خواہش تھی کہ ان کی تفسیر مسلمانوں کے علمی حلقوں میں پڑھی جائے مگر انھوں نے تفسیر کے لیے ترتیبِ رسولی ترک کرکے ترتیبِ نزولی کا راستہ اختیار کیا جو قطعاً ناقابلِ اعتبار تھا۔

مستشرقین نے ترتیبِ نزولی طے کرنے کی کوششیں کی تھیں اور ان کے زیرِ اثر برّصغیر میں ۱۹۱۱ء میں مرزا ابوالفضل نے اس ترتیب کے ساتھ متن قرآن مع انگریزی ترجمہ شائع کیا تھا جس پر سخت احتجاج ہوا اور اس کے بعد کم از کم کسی مسلمان کو ترتیبِ نزولی کے مطابق قرآن مجید شائع کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ مسلمانوں کے درمیان جے۔ علی بخش کی تفسیر کو کیا مقبولیت حاصل ہونا تھا، خود مسیحی برادری میں چنداں بار نہ پاسکی اور شاید یہی سبب ہے کہ مدنی سورتوں پر پادری صاحب کچھ شائع نہ کرسکے تھے۔

تبشیری مقاصد کے تحت قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے جو اکادکا حصے شائع کیے گئے ہیں، ان میں سے ایک "سورہ فاتحہ" [لودیانہ: کرسچن لٹریچر سوسائٹی (۱۹۰۰ء)] پیش نظر ہے۔ اس میں سورہ فاتحہ کا لفظی ترجمہ اور عام فہم تشریح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کی تعلیم بہت خوب ہے۔ جب آپ دعا میں اس کو دہراتے ہیں تو اس کے معنوں کو سمجھ کر دعا مانگیں تاکہ وہ آپ کو راہ مستقیم پر چلادے۔" آخر میں "مالک یوم الدین" کے تحت حضرت مسیح کی تصلیب بطور کفارہ اور مسیحی نقطۂ نظر کے مطابق بخشش کا تصوّر پیش کیا گیا ہے۔

آج انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے نصف اوّل کا مناظرانہ دور ختم ہو چکا ہے اور ان تلخ بحثوں کو تازہ کرنے سے چنداں کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر مسیحی-مسلم تعلقات کے متخصصین کو اس سے صرفِ نظر نہ کرنا چاہیے کہ وہ اس دور کے مباحث سے پورے طور پر واقف ہوں- مسیحی اہلِ قلم میں اس کا احساس شدّت سے موجود ہے- حال ہی میں شائع ہونے والی متعدّد کتابوں میں سے ایک، اوریل این پوویل کی تالیف Muslim and Missionaries in Pre-Mutiny India اسی سلسلے کی کوشش ہے-

حواشی

زیرِ نظر حواشی "ادارہ" کی جانب سے ہیں البتہ حواشی ۴ اور ۵ جو جناب نور الحسن راشد کے مضمون سے لیے گئے اقتباس سے متعلق ہیں، ان ہی کے لکھے ہوئے ہیں. ان میں ضرورت کے مطابق جو اضافہ ناگزیر تھا، [ ] میں درج کیا گیا ہے.

۱- سہ ماہی "خدا بخش لائبریری جرنل" (پٹنہ)، جنوری تا جون ۱۹۹۱ء، ص ۶۱۱
۲- ایضاً، اشاعت ۱۹۹۲ء، ص ۷۱-۴-۲۷۴
۳- عیسائی پادریوں کا شائع کردہ زیر بحث ترجمہ شاید ڈاکٹر انصار اللہ کی نظر سے نہیں گزرا- انہوں نے "جائزہ تراجم قرآنی" کی بیان کردہ معلومات نقل کر دی ہیں- دیکھیے: محمد سالم قاسمی، سیّد عبدالرّوف عالی، سیّد محبوب رضوی (مرتبین)، جائزہ تراجم قرآنی، دیوبند: مجلس معارف القرآن (۱۹۶۸)، ص ۶۷
۴- ڈاکٹر احمد خان نے الہ آباد کے مطبوعہ اس ترجمہ کا تین الگ الگ جگہوں پر ذکر کیا ہے- [دیکھیے: قرآن کریم کے اردو تراجم (کتابیات)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان (۱۹۸۷ء)]، ص ۱۳۴، اندراج ۴۴۵، ص ۱۶۳، اندراج ۵۶۲، ص ۱۹۰، اندراج ۶۶۵، ان میں سب سے پہلا درست ہے مگر اسی کو انصاراللہ صاحب نے نظر انداز کیا ہے- [یعنی جناب نورالحسن راشد کی تحقیق کے مطابق درست کتابیاتی معلومات یہ ہیں-
قرآن (ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی)، الہ آباد: پریسبی ٹیرین مشن پریس، ۱۸۴۴ء/۱۲۶۰ھ، ۴+۴۵۶ ص-]
۵- گارساں دتاسی، خطبات گارساں دتاسی، اورنگ آباد (۱۹۳۵ء)
۶- تفصیل کے لیے دیکھیے: اختر راہی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مطالعہ عیسائیت، ماہنامہ "عالم اسلام اور عیسائیت" (اسلام آباد)، مارچ ۱۹۹۲ء، ص ۵-۱۶، مئی ۱۹۹۲ء، ص ۱۰-۱۴

۷۔ ڈاکٹر احمد خان نے پادری جے۔ علی بخش کی "تفسیر قرآن" کو ایک جگہ قرآن مجید کی "جزوی" اور دوسری جگہ "مکمل" تفسیر قرار دیا ہے۔ دیکھیے: حوالہ مذکورہ، ص ۶۹ اور ص ۱۶۲، اوّل الذکر اطلاع درست ہے۔

۸۔ سیّد سلیمان ندوی، یادِ رفتگاں، کراچی، مکتبۃ الشرق (۱۹۵۵ء)، ص ۴۳۱

۹۔ دیکھیے: اختر راہی، حوالہ مذکورہ، مئی ۱۹۹۲ء، ص ۱۲-۱۳

۱۰۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، ادبیاتِ مودودی [مرتبہ: خورشید احمد]، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز (۱۹۷۲ء)، ص ۳۷۳